علم الفرائض میں صحابہ کرامؓ کے چند شاذ اقوال کا علمی جائزہ

A Research evaluation of the individual opinions of Sahaba-e-Karam regarding the law of inheritance

ڈاکٹر سہیل انور[i]   محمد زبیر[ii]

Abstract

The Prophet Muhammad (peace be upon him)has imposed great stress upon seeking the knowledge of inheritance and has declared it as a half of the knowledge.From the time of the Holy Prophet(p.b.u.h) this sort of knowledge has been attained with great interest and some Sahaba got popularity and speciality in this art.After the period of Sahaba the scholars of Islam drew due attention to Inheretance Law and compiled many books.In modern era many soft wares have been introduced which help in faster solution of a problem.

In this law one can comes across some individual opinions of Sahaba(r.a) which are against the unanimous opinions of Sahaba. Such opinions are required to be pointed out and clarified their position with arguments from the other side.In this article an attempt has been made to bring in forth the different views of some Sahaba regarding the law of Inheretance in a scholarly man

Key words:*Inheritance, companions, Specialit*

اسلام کو یہ طرہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے کئی علوم وفنون کو نہ صرف منظم کیا بلکہ کئی ایک علوم کی داغ بیل ڈالی ہے۔اسلام سے پہلے کے زمانے کو جاہلیت کے نام سے اس لیے موسوم کیا جاتا تھا کہ اس دور کے باسی اس علم سے بے بہرہ تھے جو انسان کی ہمہ جہت نشوونما کر کے ایک فلاحی معاشرے کے قیام کا سبب بنی۔ اسلام نے انسان کی دینی ضروریات کے ساتھ ساتھ اس کی دنیوی

i لیکچرر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

ii اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات ، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

تقاضوں کو بھی مدنظر رکھا اور اس سے متعلقہ علوم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی کی۔انسان کی پیدائش سے لے کر اس کی مابعد الوفات تک کے جملہ امور کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیا اور ایک مستقل قانونی ضابطہ طے کیا جسے قوانین شخصیہ (Personal Laws) کہتے ہیں۔

شریعت نے ایک مسلمان کی زندگی میں اور اس کی وفات کے بعد اس کے حقوق واضح کئے ہیں۔اسی طرح اس کے انتقال کے بعد اس کے ترکے کی تقسیم کے حوالے سے بھی معقول اور فطرت کے اصولوں سے ہم آہنگ تفصیلات بیان کی ہیں۔میت کے ورثاء میں سے ہر ایک کا حصہ واضح کیا ہے تاکہ ترکے کی تقسیم میں جو بے قاعدگیاں دور جاہلیت میں رائج تھیں ان کا خاتمہ ہو۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر مابعد کے ادوار تک ترکے کی تقسیم کا علم جس کو علم الفرائض یا علم میراث کہتے ہیں باقاعدہ سیکھا اور سکھایا گیا۔بعض صحابہ کرام کو اس فن میں مہارت حاصل تھی جس کی تعریف خود پیغمبر ﷺ نے کی ہے۔

ترکے کی تقسیم کے حوالے سے صحابہ کے بعض اقوال جمہور صحابہ کی آراء سے منفرد ہیں جنہیں شاذ اقوال کہتے ہیں۔یہ اقوال منقول ہیں البتہ معمول بہا نہیں ہیں۔اس مضمون میں انہی اقوال کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نفس مضمون پر تبصرہ سے پہلے علم میراث کی اہمیت پر تھوڑی سی روشنی ڈالتے ہیں

علم الفرائض کی فضیلت اس سے واضح ہے کہ قرآن مجید میں نماز، روزہ اور حج جیسی عبادات کے بارے میں اجمالی بیان کیا گیا ہے تاہم علم الفرائض کے بارے میں تفصیلی تذکرہ موجود ہے۔سورۃ النساء میں پوری ایک رکوع میراث کے احکام پر مشتمل ہے۔اسی طرح اسی سورۃ کی آخری آیات مبارکہ میں بھی وارثوں کے حصص واضح کیے گئے ہیں.احادیث میں بھی اس علم کی اہمیت و فضیلت بیان کی گئی ہے۔جیسا کہ ذیل کی روایات سے ثابت ہوتا ہے

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وسَلَّمَ : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوه ، فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى ، وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْزَعُ مِنْ أُمَّتِي[1].

"ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اے ابوہریرہ میراث کے احکام سیکھو اور سکھاو اس لئے کہ یہ نصف علم ہے اور یہ بھلا دیا جائے گا اور سب سے پہلے میری امت سے یہ علم اٹھایا جائے گا۔"

یہی وجہ ہے کہ صحابہ نے جس طرح دوسرے علوم کی طرف توجہ دی اسی طرح فرائض کے

حصول میں بھی بہت جد وجہد سے کام لیا اور کئی صحابہ نے اس میدان میں بہت مہارت حاصل کی جن میں سیدنا ابو بکرؓ ،سیدنا عمرؓ ،سیدنا علیؓ ،سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ ،سیدنا زید بن ثابتؓ،سیدنا عبداللہ بن عباسؓ اور سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ شامل ہیں۔

علم الفرائض میں بعض مسائل میں صحابہ کرام کی آراء مختلف رہی ہیں چنانچہ ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی مسئلہ میں بحیثیت مجموعی صحابہ کی ایک رائے تھی تاہم کسی ایک صحابی نے اپنے پیش نظر علمی بنیادوں پر الگ رائے قائم کی چنانچہ بعد کے مدون فقہی مذاہب اربعہ نے صحابہ کی مجموعی رائے کو لیا اور مخصوص صحابی کی رائے کو وقعت کی نظر سے دیکھنے کے باوجود دوسرے درجے پر رکھا۔ذیل میں ان شاذ اقوال میں سے چند کا تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

1. موانع ارث میں سے اختلاف دین

بسا اوقات کچھ معروضی امور کی وجہ سے وارث حق میراث سے شرعی طور پر محروم ہو جاتا ہے علم الفرائض میں اس کو موانع ارث کہتے ہیں[2]۔

کافر مسلمان کی میراث نہیں لے سکتا۔اس مسئلے میں صحابہ کی باہمی رائے ایک ہے البتہ مسلمان کافر کا وارث بن سکتا ہے کہ نہیں؟اس بارے میں جمہور صحابہ کا موقف ذیل کی روایت میں ذکر ہے جسے بعد کے ائمہ مجتہدین نے بطور ایک اصول کے تسلیم کیا ہے:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ انَّ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم ، قَالَ لَا يَرِثُ الْمُسْلِمُ الْكَافِرَ[3]

"اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کافر کا وارث نہیں ہوتا

اس کے برعکس جناب سیدنا معاویہؓ کی رائے کے مطابق ایک مسلمان کافر کا وارث بن سکتا ہے چنانچہ مشہور تابعی مسروقؒ کہتے ہیں:

كان معاوية يورث المسلم من الكافر ولا يورث الكافر من المسلم[4]

امیر معاویہؓ مسلمان کو کافر کا وارث بناتے تھے اور کافر کو مسلمان کا وارث نہیں بناتے تھے۔

مسروقؒ مزید کہتے ہیں:

وما حدث في الإسلام قضاء أحب إلي منه قيل لأبي محمد تقول بهذا قال لا[5]

" میرے نزدیک اسلام میں اس سے پسندیدہ فیصلہ نہیں ہوا۔ ابو محمد (صاحب سُنَنِ دارمی) سے کہا گیا آپ اس کے قائل ہیں؟ آپ نے کہا نہیں۔"

یحییٰ بن یعمرؒ جن کی طرف بھی یہ قول منسوب ہے اس حدیث کی بنیاد پر کہ

الإِسْلَامُ يَزِيدُ وَلاَ يَنْقُصُ [6]"اسلام ترقی کرے گا اور اس میں نقصان نہیں آئے گا۔"

مزید اس کی وضاحت کرتے ہیں

"نرث أهل الكتاب ولا يرثونا كما يحل النكاح فيهم ولا يحل لهم"[7]

کہ جس طرح ہم کتابیات کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں جبکہ اہل کتاب کے مردوں کے ساتھ مسلمان عورتیں نکاح نہیں کر سکتیں اسی طرح ہم ان کی میراث لے سکتے ہیں اور وہ ہماری میراث نہیں لے سکتے۔"

مندرجہ بالا موقف کئی وجوہ سے محل نظر ہے۔

پہلی وجہ: یہ حقیقت ہے کہ الاسلام يزيد ولا ينقص میں اسلام کی عمومی ترقی کا تذکرہ کیا گیا ہے میراث کی تقسیم کے ساتھ اس کو خاص نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری وجہ: اس حدیث میں مسلمان کا کافر سے میراث لینے پر کوئی حجت موجود نہیں کیوں کہ اس کے خلاف نص موجود ہے۔ مزید یہ کہ مذکورہ حدیث منقطع ہے اس لئے قابل حجت نہیں ہے۔ اس طرح امیر معاویہؓ کا یہ قول جمہور صحابہ کے قول کے مقابلے میں شاذ قرار دیا جاتا ہے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امیر معاویہؓ کی رائے کو چند مجتہدین نے اختیار کیا ہے۔ اس لئے باحث کی نظر میں امیر معاویہ کی سیاست شرعیہ میں گہری فہم سے یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ انہوں نے یہ قول امر سیاسیہ کے طور پر اختیار کیا ہو۔ اگر دور حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے تو امیر معاویہ کے اختیار کردہ قول میں وسعت ہے اور جیسا کہ عام مشاہدہ ہے کہ ہمارے دیار میں محض فروعی اختلافات کی بنیاد پر ایک دوسرے کو کافر قرار دیا جاتا ہے اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے کسی ایک گروہ کے کسی فرد کی موت پر دوسرے گروہ کے ان کی رشتہ داروں کی وراثت کا مسئلہ زیر بحث آتا ہے اس بابت امیر معاویہؓ کے قول سے راہنمائی لینے کی گنجائش ہو سکتی ہے۔

2. دادا کی موجودگی میں بہن بھائیوں کی وراثت

باپ کی موجودگی میں بہن بھائی محروم ہوتے ہیں یہ مسئلہ متفق علیہا ہے لیکن کیا دادا کی وجہ سے

بھی متوفی کے بہن بھائی محروم ہوں گے یا نہیں؟ جمہور صحابہ کا اس سلسلے میں موقف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

سیدنا ابو بکرؓ کے نزدیک دادا کی موجودگی میں بھائی بہن (اعیانی، علاتی، اخیافی) محروم ہوتے ہیں اور یہی مسلک صحابہ میں علم میراث میں شغف لینے والے حضرات ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، ابن عمرؓ، خذیفہ بن الیمانؓ، ابو سعید خدریؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، ابو موسی اشعریؓ سیدۃ عائشہؓ، اور ائمہ مجتہدین میں سے امام ابو حنیفہ، شریحؒ، عطاءؒ، عروہ ابن زبیرؒ، عمر بن عبد العزیزؒ، حسن بصریؒ، اور ابن سیرینؒ کی بھی یہی رائے ہے اس طرح یہ جمہور صحابہ کا مسلک قرار دیا جاتا ہے۔

دوسری رائے

سیدنا علیؓ، سیدنا ابن مسعودؓ اور سیدنا زید بن ثابتؓ حقیقی اور علاتی بہن بھائیوں کو دادا کے ساتھ میراث کے حق دار ٹھہراتے ہیں۔ یہ مسلک احناف میں صاحبین، امام مالکؒ اور امام شافعی کا ہے[8]۔

مذکورہ مختلف آراء میں سے جمہور صحابہ وائمہ کے دلائل

پہلی دلیل: صحیحین کی روایت ہے:

أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ [9]

"میراث کے مقررہ حصے ان کے مستحقین کو دے دو، جو ان سے باقی بچیں وہ میت کے قریبی مرد کے لئے ہوں گے۔"

دوسری دلیل: دادا کو باپ کی مانند قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن و سنت میں اس کے اشارے ملتے ہیں **مثلاً**: ملة ابيكم ابراهيم **اور** كما اخرج ابويكم من الجنة اور واتبعت ملة آبائی ابراهيم واسحٰق ويعقوب **اور** ارموابنی اسماعيل فان ابكم كان راميا[10]

"اسماعیل کی اولاد تیر اندازی کرتے رہو کیونکہ تمہارا باپ (اسماعیل) بھی تیر انداز تھے۔"

یہاں پر دادا کو باپ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

تیسری دلیل: سنن دارمی کی روایت ہے:

عن ابن عباس : انه جعل الجد أبا[11]

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے دادا کو باپ قرار دیا ہے۔

چوتھی دلیل: سیدنا ابو بکرؓ کے دور میں دادا کے ساتھ بھائی بہنوں کے عدم توریث کے مسئلے میں کسی نے آپ کی مخالفت نہیں کی لہٰذا مسئلہ مذکورہ جمہور کے قول پر اجماع سکوتی کی مثال ہے۔ جس کی تصریح امام مالکؒ نے ان الفاظ کے ساتھ کی ہے:

ولم يذكر أن أحدا خالف أبا بكر في زمانه وأصحاب النبي صلى الله عليه و سلم متوافرون وقال ابن عباس يرثني ابن ابني دون إخوتي ولا أرث أنا ابن ابني ؟[12]

یہ تصریح کسی جگہ بھی نہیں ملتی کہ کسی نے سیدنا ابو بکرؓ کے زمانے میں (مذکورہ مسئلہ میں) ان کی مخالفت کی ہو حالانکہ اس وقت صحابہ کی بڑی جماعت موجود تھی۔ اور ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ متوفی کی میراث بھائیوں کے بجائے پوتے لیں گے اور دادا اپنے پوتے کا میراث نہ لے یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

دادا کے ساتھ بہن بھائیوں کے حصے کے قائلین کے دلائل

پہلی دلیل:

عن عبد الله بن سلمة : أن عليا كان يجعل الجد أخا متى يكون سادسا[13]

"سیدنا عبداللہ بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ سیدنا علیؓ دادا کو بھائیوں میں چھٹے حصے تک شریک کرتے تھے۔"

دوسری دلیل:

قال زيد بن ثابت وكان رأيي أن الإخوة أولى بميراث أخيهم من الجد[14]

"زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے میت کا بھائی میت کے دادا کے مقابلے میں میراث کا زیادہ حقدار ہے۔"

تیسری دلیل: بھائی ماں کے حصے کو تہائی سے چھٹے تک کم کرنے میں اولاد کی طرح ہے اس لئے یہ دادا سے زیادہ میراث کا مستحق ہے[15]۔

3. بہن بھائیوں کی موجودگی میں ماں کا حصہ

ماں کی تین حالتیں ہیں۔ پہلی یہ کہ جب فوت شدہ بیٹے کا کوئی فرع وارث ہو یا ایک سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو ماں کو ترکہ میں سے چھٹا حصہ ملے گا۔ اس کے لیے دلیل ذیل کی آیت ہے:

وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ[16]

"اگر میت کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کے لئے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ہے۔"

دوسری حالت یہ ہے کہ میت کے بہن بھائی کی موجودگی میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ [17]

"اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے۔"

اس مسئلے میں ابن عباسؓ کا تفرد ہے۔ آپ فرماتے ہیں: بہن بھائی تین یا زیادہ ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا اور اگر بہن بھائی دو ہوں تو ماں کو ان کے نزدیک ثُلث (تہائی) ملے گا جیسے ایک بہن ہو تو سب کے نزدیک ثُلث (تہائی) ملتا ہے[18]۔

إِنَّ مِيرَاثَ الْأُمِّ مِنَ ابْنِهَا يَتَنَوَّعُ بِنَوْعَيْنِ عَلَى مَذْهَبِ مَالِكٍ وَجُمْهُورِ الْفُقَهَاءِ أَحَدُهُمَا بِالْفَرْضِ وَهُوَ عَلَى ضَرْبَيْنِ : الثُّلُثُ مَعَ عَدَمِ الْوَلَدِ وَوَلَدِ الِابْنِ وَالِاثْنَيْنِ مِنْ الْإِخْوَةِ فَصَاعِدًا فَأَمَّا مَعَ وُجُودِ أَحَدٍ مِمَّنْ ذَكَرْنَا فَفَرْضُهَا السُّدُسُ وَرُوِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ لَا يَحْجُبُ الْأُمَّ مِنْ الثُّلُثِ إِلَى السُّدُسِ إِلَّا الثَّلَاثَةُ مِنْ الْإِخْوَةِ فَصَاعِدًا وَالدَّلِيلُ عَلَى مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ الْجُمْهُورُ قوله تعالى فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ وَلَفْظُ الْإِخْوَةِ وَاقِعٌ عَلَى الِاثْنَيْنِ فَزَائِدًا عَلَى قَوْلِنَا إِنَّ أَقَلَّ الْجَمْعِ اثْنَانِ[19]

"امام مالک اور جمہور فقہاء کے نزدیک اولاد کی میراث میں ماں کا حصہ دو طرح سے ہوتا ہے۔ پہلی قسم۔ فرض کے اعتبار سے۔ اور یہ دو قسم پر ہے۔ پہلی قسم: تہائی حصہ۔ جب اولاد، مذکر اولاد کی اولاد اور دو یا دو سے زیادہ بھائی کی موجود نہ ہو۔ البتہ مذکورہ رشتہ داروں میں سے کسی ایک کی موجودگی میں ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ لیکن ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ تین سے کم بھائی ماں کا حصہ چھٹے سے کم کر کے تہائی حصہ پر نہیں لا سکتے۔"

جمہور کی دلیل قرآن کی آیت فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ اور الاخوۃ کا لفظ جس طرح دو سے زیادہ کو شامل ہے اسی طرح دو کو بھی شامل ہے۔ کیونکہ جمع کی کم سے کم مقدار دو ہے۔

قال مالك : مضت السنة أن الإخوة اثنان فصاعدًا وعلى هذا جماعة أهل العلم .[20]

"امام مالک فرماتے ہیں: کہ یہی دستور چلا آرہا ہے کہ اخوۃ دو یا دو سے زیادہ ہیں اور اہل علم کے ایک گروہ کا بھی یہی موقف ہے۔"

اصل اختلاف اقل جمع میں ہے کہ کیا جمع تین سے شروع ہوتا ہے یا دو بھی جمع میں شامل ہے اس بابت جمہور کا مسلک یہ ہے کہ دو بھی جمع میں شامل ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل: رسول اللہ ﷺ کا قول ہے:

الاثنان فما فوقهما جماعة[21]

"دو اور اس سے زیادہ افراد جماعت ہے۔"

دوسری دلیل: قرآن نے بھی عدد دو کے لئے جمع کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے:

إن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما[22]

تیسری دلیل: اس پر علماء کا اجماع ہے کہ کہ اگر متوفی کے ورثاء دو بیٹیاں یا دو علاتی بہنیں ہوں تو ان کو دو تہائی حصہ ملے گا۔ اور اگر میت نے بیٹیوں یا بہنوں میں سے دو سے زیادہ چھوڑے ہوں تو بھی ان کا حصہ دو تہائی سے نہیں بڑھے گا یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دو بھی جمع کے مفہوم میں شامل ہے۔ کیونکہ جمع کو جمع اس لئے کہتے ہیں کہ جب کوئی انسان دوسرے انسان کے ساتھ مل جاتا ہے تو وہ جمع ہو جاتے ہیں۔

چوتھی دلیل: آیت وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ[23] حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ بہن بھائی کی صورت میں مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ یہاں اخوۃ جمع کا صیغہ ہے البتہ عدد دو کے مفہوم کو شامل ہے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس ؓ اس قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ فإن كان له إخوة ہے یہاں لفظ جمع کا ہے جو کہ تین سے شروع ہوتا ہے۔ اس دلیل کا جواب کئی طرح سے ہو چکا لہٰذا سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول شاذ قرار دیا جاتا ہے۔

4. سگی بہنیں جب دو ہوں تو علاتی بہنوں کے میراث کا حکم

سگی بہنیں جب دو یا دو سے زیادہ ہوں تو میت کے کلالہ ہونے کی صورت میں دو تہائی حصے کی وارث بنتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ[24]

"اگر وہ دو ہوں تو ان کے لئے دو ثلث ہیں (میت) کے چھوڑے ہوئے مال سے۔"

اور سگی بہنوں کی موجودگی میں علاتی بہنیں محروم ہوتی ہیں لیکن معصب یعنی علاتی بھائی ہو تو اس کے

ساتھ یہ بھی عصبہ بن کر وارث (حق دار) ٹھہرتی ہیں۔ سیدنا زید بن ثابت ؓ کا قول جمہور کا قول ہے۔ اس مسئلے میں عبد اللہ بن عباسؓ کا اختلاف ہے جس کی دلیل یہ ہے:

عن مسروق عن عبد الله : انه كان يقول في أخوات لأب وأم وأخوة وأخوات لأب قال للأخوات للأب والأم الثلثان وما بقي فللذكور دون الإناث فقدم مسروق المدينة فسمع قول زيد فيها فأعجبه فقال له بعض أصحابه أتترك قول عبد الله قال اني أتيت المدينة فوجدت زيد بن ثابت من الراسخين في العلم قال أحمد فقلت لأبي شهاب وكيف قال زيد فيها قال شرك بينهم[25]

مسروقؒ کہتے ہیں سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ حقیقی بہنوں اور علاتی بھائیوں اور بہنوں کے متعلق کہتے تھے۔ حقیقی بہنوں کے لئے دو تہائی ہو گا اور باقی مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں تو مسروق مدینہ گئے اور اس کے متعلق زیدؓ بن ثابت کا قول سنا انہیں یہ پسند آیا۔ ان کے کچھ ساتھیوں نے کہا "آپ سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کا قول چھوڑتے ہو" تو انہوں نے کہا: میں مدینہ گیا تو زید بن ثابتؓ کو عظیم عالموں سے پایا۔ احمد کہتے ہیں: میں نے ابو الشہاب سے پوچھا کہ زید اس کے متعلق کیسے کہتے تھے؟ انہوں نے کہا۔ "وہ تمام وارثوں کو شریک کرتے تھے۔"

یہاں زید بن ثابتؓ کا موقف ہی قابل ترجیح ہے۔ کیونکہ قرآن وسنت سے یہ امر مستفاد ہے کہ مرد کے بجائے عورت کا حصہ اگرچہ کم رہتا ہے لیکن میراث سے مکمل محروم نہیں ہوتا اسی طرح علاتی بھائیوں کو حصہ دے کر بہنوں کو محروم کرنا قرآن وسنت کے مجموعی قاعدے سے موافقت نہیں رکھتا۔

5. بیٹیوں کی موجودگی میں پوتوں اور پوتیوں کے میراث کا حکم

دو بیٹیوں اور پوتی و پوتے میں وراثت یوں تقسیم ہو گی کہ بیٹیاں قرآن مجید کے نص کے مطابق دو تہائی کی مستحق قرار پائیں گی اور بقیہ پوتی پوتے میں بطورِ عصبہ تقسیم ہو گا۔ بیٹیوں کے ہوتے ہوئے پوتی محروم ہوتی ہے لیکن معصب یعنی پوتے کی موجودگی میں یہ بھی بطور عصبہ وارث ٹھہرتی ہیں اس مسئلے میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کے درمیان اختلاف تھا۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے:

مسروقؒ کہتے ہیں سیدۃ عائشہ صدیقہؓ دو بیٹیوں ایک پوتی اور ایک پوتے کو وراثت میں شریک کرتی تھیں۔ دونوں بیٹیوں کو دو تہائی اور باقی میں پوتے اور پوتی کو شریک کرتی تھیں۔ اور سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ شریک نہ کرتے تھے، مردوں کو دیتے تھے عورتوں کو نہیں دیتے تھے، بہنیں بیٹیوں کی مانند ہیں[26]۔

امام بخاریؒ نے سیدنا زید جو سیدہ عائشہؓ نیز جمہور صحابہ کا قول ہے کو ترجیح دی ہے اور ان کی دلیل یہ ذکر فرمائی ہے کہ میت کے پوتے پوتیاں میت کے بیٹوں کی عدم موجودگی میں میت کی اپنی اولاد کا حکم رکھتا ہے۔اور اپنی اولاد میں بیٹے کی طرح بیٹی کو بھی حصہ ملتا ہے۔لہذا پوتی کو بھی پوتے کی طرح میراث میں حصہ ملے گا۔ صحیح بخاری کی روایت مع ترجمہ ملاحظہ ہو:

وَقَالَ زَيْدٌ وَلَدُ الْأَبْنَاءِ بِمَنْزِلَةِ الْوَلَدِ إِذَا لَمْ يَكُنْ دُونَهُمْ وَلَدٌ ذَكَرُهُمْ كَذَكَرِهِمْ وَأُنْثَاهُمْ كَأُنْثَاهُمْ يَرِثُونَ كَمَا يَرِثُونَ وَيَحْجُبُونَ كَمَا يَحْجُبُونَ[27]

"زیدؓ فرماتے ہیں: پوتا پوتی اپنی اولاد کی مثل ہے جب میت کے صلبی بیٹے نہ ہوں۔پوتے بیٹوں اور پوتیاں بیٹیوں کی مانند ہیں۔وہ اس طرح میراث کے حقدار ہیں جس طرح بیٹے بیٹیاں حقدار ہیں۔اور جس طرح بیٹے دوسرے وارثوں کو محروم کرتے ہیں اسی طرح پوتے بھی دوسروں کو محروم کرتے ہیں۔"

سیدہ عائشہؓ کا قول جو سیدنا زیدؓ کا قول بھی ہے یہ جمہور کا قول ہے۔

وهذا الذي قاله زيد إجماع[28]

6. (حَجَبْ کا مسئلہ) خود محروم دوسرے کو محروم نہیں کر سکتا

کافر مسلمان کا اور مسلمان کافر کا وارث نہیں بنتا یعنی محروم کسی کے لئے حاجب نہیں بن سکتا۔

اس مسئلے میں عبداللہ ابن مسعودؓ نے سیدنا علیؓ اور سیدنا زیدؓ سے اختلاف کیا ہے۔

سیدنا علیؓ اور سیدنا زیدؓ کا قول

عن الشعبي أن عليا وزيدا قالا لا يحجبون ولا يرثون قال الثوري والقاتل عندنا بتلك المنزلة لا يحجب ولا يرث

"شعبی کہتے ہیں سیدنا علیؓ اور سیدنا زیدؓ (میراث سے محروم لوگوں کے) حاجب بننے کے قائل نہیں تھے اور نہ ان کو میراث دیتے۔امام ثوری فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک قاتل کا بھی یہی حکم ہے کہ خود بھی میراث نہیں لے سکتا اور کسی کے لئے حاجب بھی نہیں بنتا[29]۔"

سیدنا ابن مسعودؓ کا قول:

عن الشعبي قال كان بن مسعود يحجب بالمملوكين وأهل الكتاب ولا يورثهم

"شعبی فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ غلاموں اور اہل کتاب (غیر مسلموں) کی وجہ سے حجب کے قائل نہیں تھے اور نہ ان کو میراث دینے کے قائل تھے۔"

امام مالکؒ موطا میں تحریر فرماتے ہیں:

الأَمْرُ الَّذِي لاَ اخْتِلاَفَ فِيهِ عِنْدَنَا : أَنَّ قَاتِلَ الْعَمْدِ لاَ يَرِثُ مِنْ دِيَةِ مَنْ قَتَلَ شَيْئاً، وَلاَ مِنْ مَالِهِ، وَلاَ يَحْجُبُ أَحَداً وَقَعَ لَهُ مِيرَاثٌ. [30]

"یہ ایک اجماعی قول ہے کہ عمداً قتل کرنے والا مقتول کی دیت اور اس کے دیگر اموال میں سے کوئی حصہ لے سکتا نہ ہی کسی وارث کو محجوب کرتا ہے۔"

امام مالک ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

وكذلك كل من لا يرث إذا لم يكن دونه وارث فإنه لا يحجب أحدا عن ميراثه

"اسی طرح ہر کوئی جو خود محروم ہو اس حالت میں کسی اور کے لیے حاجب نہیں بن سکتا۔"

7. عول کا مسئلہ [31]

سیدنا عمرؓ کے دور خلافت میں سب سے پہلے عول کا مسئلہ پیش آیا جس کو سب صحابہ نے تسلیم کیا تاہم سیدنا ابن عباسؓ نے اس کا انکار کیا۔ ابن عباس فرماتے ہیں جب کسی مسئلہ میں دو نصف آ جائیں تو دو نصف کل مال بن جاتا ہے پھر ثلث کہاں سے ملے گا یعنی عول نہیں ہو گا[32]۔

سیدنا ابن عباسؓ نے ابتداء اس اختلاف کا اظہار نہیں کیا تھا لیکن بعد میں آپؓ اس موقف پر مصر رہے کہ مسئلہ میں عول نہیں ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ قرآن کی رو سے ان رشتہ داروں کو مقدم کریں جن کو اللہ نے مقدم کر کے ذکر کیا ان رشتہ داروں پر جن کو اللہ تعالی نے موخر کیا ہے تو عول کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ جب مسئلہ میں دو نصف آجائیں تو یہ کل مال کو گھیر لیتا ہے اب مزید حصوں کا اس میں گنجائش نہیں رہتا[33]۔ اسی طرح آپ کی دلیل یہ بھی ہے:

" کہ فرائض چھ سے تقسیم ہوں اسی سے عول نہیں کریں گے [34]۔"

چوں کہ اس موقف کا اظہار سیدنا ابن عباسؓ نے اس وقت کیا جب مسئلہ عول کے اثبات پر صحابہ کرام کا اجماع ہوا تھا لہذا یہ ابن عباسؓ کی منفرد رائے ٹھہر گئی۔

8. حادثہ کا مسئلہ

ایک سے زیادہ رشتہ دار حادثہ، جلنے، ڈوبنے یا وبائی امراض کی شکار ہو کر اکھٹے فوت ہو جائیں اور یہ علم نہ ہو کہ کون پہلے مرا ہے اور کون بعد میں تو ان کے بارے میں جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ

ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے اور حسب دستور زندہ لوگ میراث لیں گے ۔جیسا کہ حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے:

حضرت ابو بکرؓ نے جنگ یمامہ اور حضرت عمر فاروقؓ نے طاعون عمواس میں فوت ہونے والوں کے بارے میں حکم دیا کہ زندہ کو فوت شدہ کا وارث بنائیں اور ان کو آپس میں ایک دوسرے کا وارث نہ بنائیں[35]۔

اس مسئلے میں حضرت علیؓ نے اختلاف کیا ہے:

عن حريش عن أبيه عن علي : انه ورث أخوين قتلا بصفين أحدهما من الآخر

"حریش اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ سیدنا علیؓ نے دو بھائیوں کو وارث بنایا جو صفین میں مارے گئے تھے[36]۔"

9. ذوی الارحام کا مسئلہ

وہ قریبی رشتہ دار جو اصحاب الفرائض یا عصبات میں سے نہ ہوں، مثلاً ماموں، خالہ اور پھوپھی وغیرہ ذوی الارحام کہلاتے ہیں[37]۔

وراثت میں اختلاف

صحابہ کرامؓ میں سیدنا عمرؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا ابن مسعودؓ اور سیدنا ابن عباسؓ کا مؤقف یہ ہے کہ اصحاب الفرائض اور عصبہ رشتہ داروں کی غیر موجودگی میں اولوالارحام وارث بنیں گے۔امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام زہریؒ، امام مکحولؒ، امام قاسمؒ اور امام یحییٰؒ وغیرہ بھی اس کے قائل ہیں۔جمہور صحابہ کرامؓ سے حضرت زید بن ثابتؓ نے اختلاف کیا ہے اس قول کو امام مالک امام شافعی امام اوزاعی ابو ثور داوود ظاہری اور ابن جریر نے بھی اختیار کیا ہے[38]۔

جمہور کے دلائل

أ. واولوالارحام بعضهم اولى ببعض فى كتاب الله يعنى بعضهم اولى بميراث بعض[39]

"اور اللہ کی کتاب میں اہل قرابت میں بعض دوسروں کے مقابلے میں زیادہ قریب ہوتے ہیں"

یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بعض رشتہ دار دوسروں کی بہ نسبت میراث لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔

ب. للرجال نصيب مما ترك الوٰلدٰن والاقربون اور قرابت اور اقربین کا نام ذوی الارحام پر بھی

منطبق ہوتا ہے۔

سیدہ عائشہ سے روایت ہے آپ فرماتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی اور وارث نہ ہو تو ماموں اس کا وارث ہوگا۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں صحابہ میں اختلاف واقع ہوا بعض صحابہ نے ماموں، خالہ اور پھوپھی کو وراثت کا حقدار ٹھہرایا اور اسی حدیث سے زیادہ علماء نے تمسک کیا ہے [40]۔

ترمذی کی مشہور شرح تحفۃ الاخوذی میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔ اس حدیث میں ان لوگوں کی دلیل ہے جو ذوی الارحام کو میراث دینے کے قائل ہیں اور یہ قول راجح ہے [41]۔

ت. عن عائشة ان مولى للنبى خر من عذق نخلة فمات فاتى به الى النبى فقال هل له من نسيب اورحم؟قالوا لا قال اعطوا ميراثه بعض اهل قريته [42]

"عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک آزاد کردہ غلام کھجور کے ایک درخت سے نیچے گر گیا اور وفات پا گیا اور اس کی لاش کو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کا کوئی نسب یا رحم سے کوئی رشتہ دار موجود ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا میراث اس کے گاؤں والوں کو دے دو۔"

ث. عن بريدة مات رجل من خزاعة فاتى النبى بميراثه فقال:التمسوا له وارثا او ذارحم فلم يجدوا له وارثا ولا ذارحم فقال رسول الله اعطوه الكبير من خزاعة

"بریدہؓ سے روایت ہے کہ خزاعہ قبیلے کا ایک فرد مر گیا تو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس کا ترکہ لایا گیا۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا: اس کا کوئی نسبی یا رحمی وارث تلاش کرو۔ انہوں نے کوئی وارث نہیں پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خزاعہ کے کسی بڑے آدمی کو یہ حوالہ کرو۔"

ج. ایک روایت میں یوں آیا ہے:

انظروا اكبر رجل من خزاعة يعنى اقربهم الى الجد الاعلىٰ [43]

"خزاعہ کے کسی بڑے آدمی کو ڈھونڈ لو جو ان کے پردادوں کے واسطے سے رشتہ دار ہو۔"

ح. عن واسع بن حبان قال توفى ثابت بن دحداح ولم يترك وارثا ولا عصبة فرفع شانه الى رسول الله فدفع رسول الله ماله الى ابن اخته ابى لبابة بن عبد المنذر [44]

"واسع بن حبانؓ سے روایت ہے کہ ثابت بن دحداحؓ وفات پا گئے اور کوئی وارث یا عصبہ نہیں چھوڑا تو اس کا قضیہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اس کا مال اس کے بھانجے ابو لبابہ بن المنذر کو دے دیا۔

ذوی الارحام کے میراث کے مانعین اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں پھوپھی اور خالہ کی عدم توریث کا حکم ہے۔ لیکن امام شوکانی اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ امام حاکم نے اگرچہ اس روایت کو اپنی مستدرک میں سند سمیت ذکر کیا ہے تاہم اسی سند میں بھی ضعف ہے [45]۔

نتائج

اس تحقیقی مضمون کا مطمح نظر صحابہ کرام کے علم الفرائض میں ان اقوال کی نشاندہی ہے جو انہوں نے کسی روایت یا اپنے اجتہاد کی بنیاد پر جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رائے کے خلاف پیش کیے ہیں۔ یہ اقوال دلائل سمیت شرح وبسط کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں۔ ہر شاذ قول کے جواب میں جمہور کا استدلال بھی واضح کیا گیا ہے۔ مزید یہ حقیقت بھی واضح کی گئی ہے کہ علم فرائض میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے تفردات زیادہ ملتے ہیں۔ اس تحقیقی کاوش سے اہل علم کو یہ آسانی فراہم ہو گی کہ وہ میراث کے فن میں صحابہ کے شاذ اقوال سے متعارف ہو سکیں گے۔

حواشی وحوالہ جات

1 ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ، کتاب الفرائض (۲۳) باب الحث علی تعلیم الفرائض (۱) حدیث (۲۷۱۹) دار احیاء التراث الکتب العربیہ، (س۔ن)

2 **تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:** موانع مانع کی جمع ہے جس کا معنی ہے روکنے والی، حائل، رکاوٹ۔ اصطلاح میراث میں مانع سے مراد وہ خصوصیات ہیں جو وارث کی ذات میں پائے جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے یہی ورثاء میراث سے محروم ہوتے ہیں۔ مانع وارث کی اہلیتِ میراث کو سلب کر کے اس کو کالعدوم بنا دیتی ہے۔ مانع اور حاجب میں فرق یہ ہے کہ حاجب محجوب کی اہلیتِ میراث کو ختم نہیں کرتی بلکہ زیادہ قریب رشتہ دار کی موجودگی میں دور والا یا تو میراث سے محروم ہوتا ہے (جس کو محجوب بحجب حرمان کہتے ہے) یا اس کا حصہ کچھ کم ہو جائے گا (جس کو محجوب بحجب نقصان کہتے ہے) لیکن ان کی اہلیت میراث ختم نہیں ہوتی ہے۔ موانع چار قسم کے ہیں:

۱۔ قتل　۲۔ غلامی　۳۔ اختلاف دین　۴۔ اختلاف دار

موانع ارث میں سے ایک مانع اختلاف دین ہے۔ اختلاف دین کئی قسم کا ہو سکتا ہے:

- ✓ مسلمان اور کافر کے مابین
- ✓ مسلمان اور مرتد کے مابین

کافروں کے مابین اختلاف جو مختلف مذاہب (عیسائیت، یہودیت، مجوسیت وغیرہ) سے تعلق رکھتے ہو۔

3 البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب لا یرث المسلم الکافر، حدیث(٦٧٦٤)
4 الدارمی، أبو محمد عبداللہ بن عبدالرحمان، سنن الدارمی، ومن کتاب الفرائض، بَابُ: فِي مِيرَاثِ أَهْلِ الشِّرْكِ وَأَهْلِ الْإِسْلَامِ، حدیث(٣٠٣٨) دار المغنی للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیہ السعودیہ، ١٤١٢ھ/ ٢٠٠٠ء
5 نفس مصدر
6 ابوداود، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داوود، حدیث نمبر(٢٩١٤)، دار الکتاب العربی، بیروت(س۔ن)
7 ابن قدامہ، محمد بن قدامہ، المغنی، کتاب الصلاۃ، مَسْأَلَةٌ لَا يَرِثُ مُسْلِمٌ كَافِرًا وَلَا كَافِرٌ مُسْلِمًا، مکتبہ القاہرہ، ١٣٨٨
8 جرجانی، سید شریف علی، شریفیہ شرح سراجیہ: ٨٢-٨٣، مزار شریف بندر یو عرب، (س۔ن)
9 صحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من أبیہ وأمہ، حدیث(٦٧٣٢)
10 صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، حدیث(٢٨٩٩)
11 سنن الدارمی، کتاب الفرائض، بَابُ: قَوْلِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي الْجَدِّ، حدیث(٢٩٦٨)
12 ابن حجر العسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری١٢: ٢٠، دار المعرفۃ۔ بیروت، ١٣٧٩ء
13 سنن الدارمی، کتاب الفرائض، بَابُ: قَوْلِ عَلِي فِي الْجَدِّ، حدیث(٢٩٦٢)
14 فتح الباری شرح صحیح البخاری١٢: ٢٢
15 نفس مصدر
16 سورۃ النساء٤: ١١
17 سورۃ النساء٤: ١١
18 امام مالک، مالک بن انس، موطا امام مالک، بَابُ مِيرَاثِ الْأُمِّ وَالْأَبِ مِنْ وَلَدِهِمَا: ٥٦٣، (س۔ن)
19 الباجی، سلیمان بن خلف، المنتقی شرح الموطا٣: ١٥١، مطبع و سن اشاعت ندارد
20 موطا امام مالک، کتاب الفرائض، باب میراث الاب والام من ولدہما٢: ٥٠٦
21 دار قطنی، علی بن عمر، سنن دار قطنی، حدیث(١٠٨٧) موسسۃ الرسالہ، (س۔ن)
22 سورۃ التحریم٦٦: ٤
23 سورۃ النساء٤ : ١٧٦
24 سورۃ النساء٤ : ١٧٦
25 سنن الدارمی، ومن کتاب الفرائض، بَابُ: فِي بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ، وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ حدیث(٢٩٣٢)
26 سنن الدارمی، ومن کتاب الفرائض، بَابُ: فِي بِنْتٍ وَابْنَةِ ابْنٍ، وَأُخْتٍ لِأَبٍ وَأُمٍّ حدیث(٢٩٣٥)

27 صحیح البخاری ا: ۳۳۶۴

28 عینی، بدر الدین، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری ۳۴: ۱۱۷، ملتقی اہل حدیث، ۲۰۰۶ء

29 ابن ہمام، عبد الرزاق، مصنف عبد الرزاق، کتاب الفرائض، حدیث (۱۹۱۰۳) المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۴۰۳

30 موطا امام مالک ا: ۳۳۵

31 **لغوی معنی:** ارتفاع الحساب فی الفرائض. ويقال للفارض: أعل الفريضة. قال والعول الميل فی الحكم إلى الجور. قال والعول: كل أمر عالك. وقالت الخنساء:

ويكفي العشيرة ما عالها وإن كان أصغرهم مولدا ظلم وزیادتی کرنا، تنگ کرنا اور بلند کرنے کا ہے۔

تعریف: زيادة السهام على الفريضة، فتعول المسألة إلى سهام الفريضة، فيدخل النقصان عليهم بقدر حصصهم. "اصحاب الفرائض کے حصوں کی تعداد کا اصل مسئلے سے بڑھ جانا "عول" کہلاتا ہے اور اسی صورت میں ہر وارث کے مقررہ حصے میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔" (الأزہری، ابو منصور محمد بن أحمد، تہذیب اللغۃ ۳: ۱۲۴، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲۰۰۱ء)

32 ابن قدامہ، موفق الدین، الکافی، باب تصحیح المسائل ۲: ۳۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

33 المقدسی، محمد بن مفلح، الفروع و تصحیح الفروع ۸: ۲۴، موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

34 سنن الدارمی، ومن کتاب الفرائض، بَابُ: فی العول الفرائض حدیث (۳۲۰۶)

35 البیہقی، احمد بن حسین، سنن البیہقی الکبریٰ ۲: ۲۲۲، مکتبہ دار الباز۔ مکہ مکرمہ، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

36 سنن الدارمی، ومن کتاب الفرائض، بَابُ: مِيرَاثِ الْغَرْقَى حدیث (۳۰۹۱)

37 ابو عبد اللہ، محمد بن ابو الفتح، المطلع علی ابواب الفقہ ا: ۳۷۰، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

38 امام شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس، کتاب الفرائض، بَابُ الْخِلَافِ فِي مِيرَاثِ أَهْلِ الْمِلَلِ وَفِيهِ شَيْءٌ يَتَعَلَّقُ بِمِيرَاثِ الْعَبْدِ وَالْقَاتِلِ ۴: ۷۶، دار المعرفہ، بیروت، ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

39 الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن ۱۹: ۱۷، دار ہجر (س۔ن)

40 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی ۶: ۲۸۳-۲۸۴، دار احیاء التراث۔ بیروت (س۔ن)

41 مبارکپوری، محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم، تحفۃ الاحوذی شرح جامع ترمذی ۶: ۲۸۲، مطبع و سن اشاعت ندارد

42 الشوکانی، محمد بن عبد اللہ، نیل الاوطار ۶: ۶۴، دار الحدیث، مصر، ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

43 محمد اشرف بن امیر، عون المعبود شرح سنن ابی داوود ۸: ۱۱۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ

44 ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی ۶: ۲۳۰-۲۳۱، مطبع و سن اشاعت ندارد

45 الشوکانی، محمد بن علی، نیل الاوطار ۶: ۶۳، ادارۃ الطباعۃ المنیر (س۔ن)